Pathway to Ilm | Islamic Lifestyle & Motivation
PATHWAY TO ILM

ماہانہ نیوز لیٹر

شمارہ نمبر 07 | رجب 1446 / جنوری 2024

ہمارا ساتواں نیوز لیٹر!

رجب کا مہینہ چار مقدس اسلامی مہینوں میں سے ایک ہے

رجب اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے اور یہ مہینہ ان مہینوں میں سے ہے جن مہینوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جنگ وجدل حرام قرار دیا گیا تھا،اس لئے ان چار مہینوں کو "اشہر الحرم" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔رجب کا مہینہ رمضان کے لئے ایک طرح سے پیش خیمہ ہے۔ایک روایت میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ یوں دعا ارشاد فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ"

"یااللہ، ہمارے لئے رجب وشعبان کے مہینے میں خیر وبرکت رکھ دیں اور ہمیں رمضان نصیب فرما"۔

اس ماہ میں اسراء اور معراج کا واقعہ پیش آیا تھا؛ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ سفر کا ذکر ہے کہ آپ علیہ السلام ایک رات میں آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے۔ مشہور قول کے مطابق معراج کا واقعہ ماہ رجب کی ستائیسویں شب کو پیش آیا تھا۔البتہ علماء کا اس واقعہ کی صحیح تاریخ اور مہینے میں اختلاف رہا ہے۔اگلے رسالے میں ہم واقعہ معراج پر تفصیل سے لکھیں گے۔

اس ماہ کے تقدس کے باوجود شریعت نے کوئی خاص عبادت صرف اس مہینے کے لئے خاص نہیں بتلائی ہے-اس کے باوجود کچھ خود ساختہ عبادات وجود میں آچکی ہیں، مثلاً ایک خاص بارہ رکعتی نماز سورۃ القدر اور سورۃ اخلاص کے ساتھ رجب کے پہلے جمعہ میں پڑھی جاتی ہے۔ شریعت مطہرہ میں ایسی کوئی نماز مستند روایت سے ثابت نہیں ہے، اس لئے علماء کرام نے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ایسے ہی کچھ لوگوں نے اس مہینے میں عمرہ پر جانے کی بڑی فضیلت سمجھ کر جانا شروع کیا ہیں۔آپ صلی اللہعلیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس ماہ میں عمرہ پر جانے کا کوئی خاص اہتمام ثابت نہیں ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے واضح روایت منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے ماہ رجب میں کوئی عمرہ ادا نہیں کیا۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس مہینے میں مسلمانوں کو اچھے کاموں کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ روحانی طور پر اپنے آپ کو رمضان کے لئے تیار کریں، مثلاً نفلی نمازیں ادا کریں، نفلی روزے رکھے اور دعاؤں کا خاص اہتمام کریں۔لیکن اس میں بھی یہ خیال رہے کہ ان عبادات کو کوئی اس مہینے کے ساتھ خاص سمجھ کر ادا نہ کریں۔اس مہینے میں عبادات کی ادائیگی میں قرآن وسنّت کی تعلیمات ہر گز نظر انداز نہ کریں۔

- مولانا احمد محب صدیقی

جنت میں داخل ہونے کے 100 راستے

35 ایک دن میں دس مرتبہ قل ھواللہ احد کا پڑھنا

34 عقیدہ توحید پر قائم رہنا

33 تقویٰ اختیار کرنا

32 اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا

31 ایک دن میں چار عمل کا جمع ہونا: روزہ رکھنا، نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا، مسکین کو کھانا کھلانا اور مریض کی عیادت کرنا

حوالہ: جنت کے سو راستے از ڈاکٹر شبیر احمد

شام کی طرف دوسرا سفر اور نسطورا سے ملاقات

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک انتہائی شریف اور مالدار خاتون تھیں جن کا تعلق عرب کے ایک معزز قبیلہ سے تھا۔ اپنی عفت، پاکدامنی اور اعلی خاندانی نسب کی وجہ سے آپ طاہرہ (پاک) کے نام سے مشہور تھی، اور یہ لقب آپ کو نہ صرف اسلام میں آنے کے بعد ملا، بلکہ دورِ جہالت میں بھی آپ اسی لقب سے مشہور تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا تجارت میں مشغول رہتی اور آپ کی تجارت مضاربت کی شکل میں ہوتی تھی۔ آپ کے مال تجارت سے اتنا منافع آتا کہ ایک طرف آپ کا منافع تو دوسری طرف پورے قریش کا منافع اس کے برابر ہوتا۔

پچیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وامانت کا چرچا ہو گیا تھا اور آپ کو "الامین" کے لقب سے پکارا جانے لگا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کی شہرت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اور اپنا مال تجارت شام کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہانے دوسرے تجار کی بنسبت آپ کا منافع دوگنا رکھا۔ اپنے چچا ابو طالب کی معاشی حالت کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کو قبول فرمایا۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامان تجارت لیکر ان کے میسرہ نامی خادم کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ بصرہ پہنچ کر آپ علیہ السلام ایک درخت تلے آرام فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک نسطورا نامی پادری آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ آپ سے پہلے اس درخت کے نیچے نبیوں میں سے صرف عیسیٰ بن مریم علیہاالسلام نے یہاں آرام کیا ہے۔ اس نے نبی آخر الزماں کی آنکھوں میں ایک خاص سرخی دیکھی، جس پر وہ کہنے لگا کہ یہی آخری پیغمبر ہے۔

دوران سفر ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لات اور عزیٰ بتوں کی قسم کھانے کا مطالبہ کیا تو اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کبھی لات وعزیٰ کی قسم نہیں کھائی ہے اور نہ ہی کبھی ان کے پاس گیا ہوں۔ اس نے اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہاں کہ واقعی آپ کی خصوصیات ہماری کتابوں میں آخری پیغمبر کے بارے میں لکھی ہوئی خصوصیات سے ملتی ہیں۔

دوران سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسفر میسرہ نے کچھ معجزات دیکھے؛ جیسے کہ دوپہر کے وقت دھوپ میں دو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ واپسی پر مکہ داخل ہوتے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہانے بھی اپنی بالکونی سے یہی منظر دیکھا اور پاس میں دوسری عورتوں کو بھی بلا کر یہ منظر دکھایا۔ مکہ پہنچ کر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو میسرہ کے زبانی غیر معمولی احوال سفر کے معلوم ہوا تو وہ بہت زیادہ متاثر ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس مرتبہ یہ تجارتی قافلہ غیر معمولی منافع لیکر پہنچا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اتنی متاثر ہوئیں کہ انہوں نے طے شدہ تناسب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافع سے نوازا۔ یہی وہ واقعات تھے جن سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت اتنی بڑھی کہ آخر جاکر یہ واقعات شادی کا پیش خیمہ بنے۔

حوالہ: محمد ادریس کاندھلوی، سیرت المصطفیٰ (صفحہ 32-31)

مفتی عمر اظہر سید

گفتگو میں اعتدال

آپس میں رابطہ اور گفتگو کے لئے اللہ تعالی نے ہمیں قوت گویائی جیسی بڑی نعمت سے نوازا ہے اور اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔انسانی گفتگو میں اللہ تبارک و تعالی نے ایک ایسی قوت رکھی ہے کہ اس سے اختلاف،اتحاد واتفاق میں بدل سکتا ہے،افہام و تفہیم کے لئے راہیں کھل جاتیں ہیں اور رشتوں کی مضبوطی میں آجاتی ہیں۔لیکن دوسری طرف یہی گفتگو اگر غلط استعمال کی جائے تو یہ نقصان کا باعث بنتی ہے،اس سے غلط فہمی وجود میں آتی ہے اور بات لڑائی اور جھگڑے تک پہنچ سکتی ہے۔قرآن کریم اور تعلیمات نبوی صلی علیہ وسلم نے اپنی گفتگو میں اعتدال اور حکمت اختیار کرنے پر بہت زور دیا ہے۔باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و قولوا للناس حسنا (سورة البقرة: 83)

"اور تم لوگوں سے نرمی سے بات چیت کرو"۔

اور ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالی کا حکم ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُولَـٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا (سورة الاسراء: 36)

"اور ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کی تم کو خبر نہیں بے شک کان اور آنکھ اور دل سب کی آدمی سے پوچھ ہو گی"۔

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيراً أو ليصمت" (صحيح البخارى: 6136 & صحيح مسلم : 47a)

"جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے یا تو وہ بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے"۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بولنے اور فضول گوئی سے بھی منع فرمایا:

"إنَّ العبدَ لَيَتَكَلَّمُ بالكلمةِ ما يَتَبَيَّنُ فيها يَهْوِي بها في النَّارِ أَبْعَدَ مما بينَ المَشْرِقِ والمغربِ" (صحيح مسلم : 2988b)

"بندہ کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے کہ اس کو واضح طور پر پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں کیا ہے،اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اس سے زیادہ دور جا گرتا ہے جتنی دوری مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔"

ان ہدایات سے معلوم ہوا کہ گفتگو میں کس قدر احتیاط اور اعتدال کی ضرورت ہے۔جس طرح زیادہ بولنے میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے بالکل اسی طرح بہت کم بولنے میں بھی دوسروں کی ضروریات اور احساسات سے بے رغبتی اور اعراض کرنا ہے۔یہ دونوں رویے اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

ایک مجلس میں مجھے حضرت مولانا تنویر الحق صاحب تھانوی کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا جہاں انہوں نے بڑے پیارے انداز میں مجھے کچھ نصیحت فرمائی: حکیم اختر رحمۃاللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ گفتگو میں ہمیشہ اعتدال رکھنا چاہیے ورنہ غلطی سے بچنا تقریباً ناممکن ہے۔وہ اس اصول کو ایک کنویں سے تشبیہ دیکر یوں سمجھایا کرتے اگر ہم کنویں سے مسلسل پانی نکالیں،ایک وقت آئے گا کہ گندگی بھی نکلنے لگے گی کیونکہ کنویں کو خود کو صاف کرنے کا موقع نہیں ملتا۔اس کے برعکس اگر کنویں سے پانی کو زیادہ عرصے تک نہ نکالا جائے تو اس کے اندر گندگی جمع ہو جائے گی،اس لیے بہترین پانی وہ ہے جو اعتدال سے کھینچا جاتا ہے۔اسی طرح ایک شخص جو ضرورت سے زیادہ بات کرتا ہے،خواہ وہ ایک بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو،اس گفتگو میں غلطیوں کا امکان ہوتا ہے۔

دوسری طرف جو شخص اتنا کم بولتا ہو کہ دوسروں کی خیریت بھی نہیں پوچھتا،وہ آداب گفتگو سے بالکل ناواقف اور نابلد ہے۔صرف وہی شخص غلطیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جو گفتگو اور تقریر میں اعتدال اور توازن کا مظاہرہ کرے۔جس انسان کی گفتگو سوچ و بچار کے بعد نپے تلے لفظوں پر مشتمل ہو اس کی گفتگو میں غلطیوں کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔اور ایسی گفتگو ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

-مولانا احمد معم صدیقی

حدیث

«مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لاَ يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلاَلَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لاَ يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا»

"جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اوران کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی، اس پر اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ (کا بوجھ) ہو گا اوران کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔"
(صحیح مسلم:2674)

اکابرین کی قدر کرنا

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا گزشتہ تیس سال سے یہ معمول رہا ہے کہ میں سونے سے قبل حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے دعاء کرتا اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے استغفار کر کے پھر سوتا ہوں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے امام شافعی رحمہ اللہ سے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیسے آدمی تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اے بیٹے! امام شافعی رحمہ اللہ اس جہاں والوں کے لئے سورج اور صحت کے مانند تھے۔ اب آپ ہی بتاؤ کہ سورج اور صحت کا بھی کوئی بدل ہے؟

اس واقعہ سے سبق

اپنے بڑوں اور خاص کر علماء کرام کی عزت و تکریم کرنا ہمارے دین کا حصہ ہے۔ علماء کرام کا ہم پر حق ہے کہ ہم سب ان کے ساتھ احترام و تعظیم سے پیش آئے، کیونکہ انہی کی شب وروز کی انتھک محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم تک یہ دین پہنچا ہے۔ اس احسان عظیم کا کم از کم اتنا حق تو ضرور بنتا ہے کہ ہم اپنی دعاؤں میں ان کو یاد رکھیں۔ اگر ان عظیم ہستیوں کی شایانِ شان عزت و تکریم نہ ہو سکے تو کم از کم اپنی زبانوں کو ان کی برائی سے روکے رکھیں۔ اتنی بات تو عیاں اور واضح ہے کہ ہم تک دین اسلام ان ہستیوں کی بدولت پہنچا ہے۔ یہ تو تھے ہمارے روحانی والد جنہوں نے ہمیں دین اسلام سے متعارف کرایا، ان کی عزت کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے والدین کی بھی عزت و تکریم لازمی کرنی ہے کیونکہ اس دُنیا میں ہمارا یہ وجود انہی کے مرھون منت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے والدین کا حق عزت و تکریم میں ہم پر سب زیادہ ہے، یہاں تک دین اسلام نے ان علماء کرام سے بھی زیادہ حق والدین کو دیا ہے، لہذا ہمیں ان کے احترام میں کوتاہی سے بچنا چاہئیے اوران کا ہر طرح سے خیال رکھنا چاہیے۔ باقاعدہ وقت نکال کر روزانہ ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

حوالہ: راستے کے موتی (صفحہ: 41-40)

-مولانا اشفاق اکبر

ہمارے پہلے شائع شدہ مضامین اور نیوز لیٹر کے لئے ہمارے ویب سائٹ پر تشریف لائیں اور مندرجہ ذیل لنک کو دبائیں:
www.pathwaytoilm.info